انتخاب

دیوان میں سادہ ہی جگہ چھوڑ دی ہم نے
مضمون یہ باندھا تری نازک کمری کا

پہلے تو یہ گلہ تھا کہ پنچوں کے مضامین ناظرین کی سمجھ سے باہر رہتے ہیں اب یہ شکایت ہے کہ بعض پنچ خط غبار میں چھپ کر شائع ہوتے ہیں اگر کوئی بوڑھی قوت بینائی [illegible] آنکھوں پر چڑھا کر چار چشم بن جائے تو بھی صفحۂ اوراق خانۂ عنکبوت کے [illegible] سے زیادہ بڑا نظر نہیں آتا۔ مگر یہ بیجا شکایت ہے۔ ایسے پرچے تو [illegible] مرغی لا کے گھبرا جاتے ہیں جن کی تحریر [illegible] کی عینک سے بھی دیکھیں تو خط [illegible] یونانی خط کا خاکہ ہی نظر آتی ہے۔ نقد [illegible] واسطے [illegible] ہیں۔

ہوتی ہے روشنی چشم سیاہ
کالوں میں نہ کھلے نور نہیں

حضرات [illegible] کی [illegible] اور [illegible] قدرتی بات کہنی بہت مشکل ہے اور اس کا سمجھنا اس سے بھی زیادہ کٹھن ہے یہ تو سب جانتے ہیں کہ کالے ہندوستانیوں کی تیرہ بختی ہندوستان بھر کو سیاہی بن کے دبا آتی ہے۔ مگر ہندوستانیوں کا یہ عقل کا لا رنگ کچھ ایسا شوخ ہے کہ چھپائے نہیں چھپتا پردوں میں سے زرا ذرا جھلک دکھاتا ہے ہم اپنی آنکھوں کی سیاہ روشنی سے جو سات پردوں میں سے پھوٹ کر [illegible] ہے۔ دیکھتے ہیں کہ ہمارے کالے رنگ کی [illegible] کے لوگ کالے لباس [illegible] کر رہتے ہیں۔ اور یہ تقلید حضرت [illegible] کے [illegible] ہے۔ یہ جہاں کے لوگ ایمان [illegible] کی تقلید۔ رفتار اور گفتار اور لباس [illegible] میں کیوں نہ کریں۔ کالا رنگ ایسا مقبول ہے کہ [illegible] ہم میں سے بھی اسی کی [illegible] ہے۔

[illegible] کی [illegible] میں کالے ہی رنگ پر [illegible] ہے۔ [illegible] کالی [illegible] ان [illegible] اور [illegible] اخبار [illegible] ان میں [illegible] ہم [illegible] کے [illegible] روشنائی سے لکھیں

تو [illegible] کی طرح [illegible] کالا رنگ اگر اچھا نہیں ہے۔ تو ایسا کیوں ہوتا ہے؟

موقع بے موقع

بعض اہل [illegible] کالے ہندوستانی انگریزی [illegible] کالے کرتے سے بھی زیادہ ہیں۔ مگر میں [illegible] کہ وہ [illegible] ہیں۔ [illegible] کالی کی طرح موسم [illegible] جب کام بگڑ جاتا ہے۔ تو وہ [illegible] کے اندھیرے سے نکل کے روشنی کے دائرہ میں آتے اور شور مچاتے ہیں۔ اور پہلے سے نہ ہوش کرتے ہیں۔ مثال [illegible] روشنی کے [illegible] زمانہ کے آنے والے [illegible] [illegible] کو [illegible] بیٹھے ہی رہتے ہیں۔ اور دم نہیں مارتے مگر [illegible] وقت آنے سے پہلے تدبیر نہیں کرتے۔ اسی واسطے تو کہا گیا ہے۔ کالے رنگوں کی کالی فہم و فراست ولایتی صابون سے بھی اجلی نہیں ہوسکتی

طاعون

جہاں ہندوستانیوں میں سے اتفاق جاتا رہا۔ مردوں میں سے ہمت [illegible] جاتی رہی۔ عورتوں میں سے شرم وحیا۔ وہاں ان میں سے بوجہ طاعون برکت بھی جاتی رہی [illegible] ہوتی ہی نہیں۔ بچے بھی چلے جاتے ہیں۔ اور [illegible] ہیں۔ [illegible] پیدا نہیں ہوتے [illegible] والے کسی [illegible] کی طرح ایسا [illegible] ہیں۔ کہ دن رات میں کسی وقت بھی [illegible] نہیں جانتے۔ [illegible] مزاج ایسا [illegible] ہے کہ [illegible] کہا جائے یا [illegible] چھوٹے [illegible] کا [illegible] ہے [illegible] کا [illegible] بن کے بہا جاتا ہے۔ خدا رحم کرے۔

درگاہ حضرت نظام الدین

[illegible] برس کا سیلاب [illegible] میں حاصل کرنے سے [illegible] بچ گئے سات بہن [illegible] کی [illegible] رہی جہاں [illegible] رات دن [illegible] ساری رات [illegible] کا [illegible] ان کی [illegible] اس میں کسی کا حصہ نہیں۔ [illegible] نہیں۔ [illegible] دن [illegible] خدا کی [illegible] دیکھنے گئے۔ مگر جو خلق رسیدہ تھے۔ وہ خدا کی [illegible] دیکھنے گئے۔ اور جو [illegible] تھے۔ وہ رات [illegible] کی [illegible] باندھ کے گئے۔ مگر وہاں کیا دیکھا اس [illegible] سال [illegible] نے [illegible] کر دیا تھا۔ [illegible] حقیقت [illegible] دی۔ اب تو وہاں [illegible]

یاران ہم قالب

بہار چمن کا نظارہ ۔ اور یاد خدا کا اشارہ

ساقی پلا دے پھول کہ موسم ہے پھول کا   صحن چمن میں نام نہیں خاک دھول کا
کھلتا نہیں ہے غنچہ دل مجھ ملول کا   دروازہ تو ہی کھول دے باب قبول کا

گلشن میں آ رہی ہے گھٹا جھوم جھوم کر
بلبل نثار پھولوں پہ ہے گھوم گھوم کر

لے ساقی جلد بادۂ اطہر پلا مجھے   متوالا اس کا نشہ میں لے کے بنا مجھے
دکھلا دے صنع خالق ہر دوسرا مجھے   آ جائے نظر نہ آنکھوں میں اپنے سوا مجھے

مشغول صرف کا ہوں ۔ نہ مصروف نحو ہوں
دن رات ذکر و فکر الٰہی میں محو ہوں

کس کام کی وہ مے ہے جو ہے شرع میں حرام   ناکام اس سے ہم ہیں پہ کھوتے ہیں کام
گو پی ہے میں نے طبیعت سے خاص و عام   ہو بیکراں وسیلے سے وحدت کا انتظام

خم خانۂ ازل کی پرانی شراب دے
اور مرغ لسبد کا اڑکہا کباب دے

جلدی ہم لگا بیٹھے ہیں جام دو زن بات   پھر بیٹھے اور ہم خم دل ہے ہمارے سات
بیکش ہو میں کھا جائے بس بیکفی کی گھات   تاب شکیب نہیں ساقی بنا نہ بات

وحدت دو گر جنوں پہ عالم ہو وجد کا
کھنچ جائے نقشہ سامنے صوائے تجد کا

نور خدا عیاں ہو حرم اور کنشت میں   جلوہ اسی کا دیکھوں میں دل میں نا پہشت میں
شادابی اسکے لطف کی ہو باغ و کشت میں   بینا ہو چشم دیکھوں اسے خشت خشت میں

جلوہ اسی کے نور کا کون و مکان میں ہو
سا تون زمین کی تہہ میں ہو آٹھ آسمان میں ہو

آ کے چلے سیر نے جو گلزار کی طرف   گل کی روش چلے تو کبھی خار کی طرف
تفریح کیلئے گئے کبھی اشجار کی طرف   در کی طرف کبھی کبھی دیوار کی طرف

ہر اک روش پھرنے لگے ہم جو باغ مین
آئی اسی گلاب کی خوشبو دماغ میں

سنبل میں اس کی زلف کا جلوہ نظر پڑا   گل میں اس رخ حسن کا تماشا نظر پڑا
نرگس میں چشم یار کا نقشا نظر پڑا   غنچوں میں اسی دہن کا سما نظر پڑا

لب کی پیری ہوئی ہے نزاکت گلاب میں
دنداں کی آب و تاب ہے شبنم کے آب میں

سرو سہی میں قامت رعنا کا ہے جمال   برگ حنا رنگ پا ترقی کی ہے مثال
شبنم کو دیکھا آیا پسینے کا دل خیال   خوشبو سے زلف یاد ہی گلشن میں بال بال

جس سمت آنکھ اٹھاتے ہیں اس کا جمال ہے
ہر اک روش پہ سیر میں یک خیال ہے

تسبیح خدا دکھاتا ہے موسم بہار کا   ذکر خدا چمن میں ہے نغمہ ہزار کا
غوغا نہیں ہے بلبلِ شیدا کی پکار کا   ہے خاص شغل تذکرہ پروردگار کا

ہیں مست طائران چمن اس کی فکر میں
شادی سے کوئی رقص کناں کوئی ذکر میں

تسبیح خوان ہے بلبل شوریدہ بار بار   حق سرہ کا ورد ہے قمری کی ہے پکار
سبحان رہتا کا ہے ہر دم کبھی شمار   ہے کبک میں وحدہٗ کو کو کے ہے تکرار

ہے فاختہ کا قول ۔ کہیں قل کی پکار ہے
گلزار میں عبادت پروردگار ہے

غافل ہیں ہیں اشرف مخلوق ہو کے آہ   کرتے نہیں سیر میں ذکر خدا طاعت الٰہ
کھوتے ہیں عمر ناتگان ہم شام و پگاہ   محشر میں دیکھیں کیا ہے مخلوق روسیاہ

دیکھتے نہیں ہیں پاتے رسید نجات کا
جس پر ہے مشغلہ عمل نا ثبات کا

کیا اعتبار زندگی مستعار کا   غنچہ کو پیالہ سمجھ یہ ہے صرف شکار کا
دورِ یکساں نہیں فلک کج مدار کا   بدلا ہے رنگ گردش لیل و نہار کا

کل آہ خزان سے یہ تو راج باغ ہے
چمن و گل مرادہ کر حاصل فراغ ہے

کیا ہے گل مراد عبادات کبریا   جس کے سبب سے اشرف عالم بشر ہوا
لازم ہے مالک کی شکر کریں وسہم ادا   بینائی ۔ نطق ۔ نور لباس اس نے عطا کیا

گرچہ ادا نہ ہو شکر محال الشعر نہیں
لیکن بغیر شکر کسی کو سفر نہیں

عباس ہوشیار ۔ جوانی گذر گئی   گل سا نہیں شباب ۔ جوانی گذر گئی
باقی نہیں بہار ۔ جوانی گذر گئی   پیری کا ہے نمبر ۔ جوانی گذر گئی

کیا لہو ہے اب تو اچھا نہیں ۔ سمت دیر سے

پھر بھی کی ہے بہار ، خزاں کی یہ سیر ہے

… ہے خوانچل سیر بہار چھوڑ — پھولوں کی باد … عشق کا …

… اپنا … چھوڑ — جلدی … ہے شوق شکار …

چڑیوں کی تاک جھانک میں کیا ہے پڑا ہوا

صیاد رنگ دیکھ ہے پیچھے کھڑا ہوا

اب بھی تو اٹھ کے دیکھ کہ سویا ہے … زندان … شام …

… ان بچھی آنے کی کام رات — اب بھی تو … رہا ہے رات

ہو گا ذکر … آن … ہیں

… پانچ شام … ہیں

دولت اسی نے دی … عزت اسی نے دی … اسی نے دی

… اسی نے دی ذلت … دی — خوبیٔ نطق … فصاحت اسی نے دی

ہم کو جو کچھ ملا سب اسی کا دیا ہوا

عباس اپنا … کیا ہوا

… عباس … دہلی …

منتظر

جو بت تپیا سے نہیں رتیا

خدا سلامت رکھے ہمارے خیال کو یہ بھی ایک عجیب چیز ہے۔ اس کے بدولت گھر بیٹھے وہ سیر نصیب ہے جو برسوں کے سفر سے بھی ممکن نہیں۔ اس وقت ہمارے چھانیاں جہاں گشت خیال نے ہمیں ایک پر تکلف مکان میں پہنچا دیا ہے۔ یہ وہ مکان ہے کہ آپ تو آپ یہاں آپ کے فرشتوں کا گزر بھی مشکل سے ہو گا۔ اس مکان میں ہم ایک موہنی صورت کو دیکھ رہے ہیں جس کے چہرہ پر حسن قدرتی کے علاوہ حسن جوانی نے وہ کھلتا ہوا رنگ دکھایا ہے کہ پاسنے والا بھی پھسل پڑتا ہے۔ اگر دنیا میں جنت کا اثر آ ایک دم بھر کے لئے فرض کر سکتے ہیں۔ تو سمجھئے کہ یہ مکان جنت ہے اور یہ حسین حور ہے بہر حال وہ حسین جانے حور ہو یا پری۔ لیکن اس کا حسن ہے کہ ہماری آنکھیں دیکھتی ہیں۔ اور دیکھ نہیں سکتیں۔ یہ ایک … اور … جھنجھلا کر … کا مضمون ہو گیا۔

… دیکھتے ہیں کہ اس کی سیاہ ، … آنکھیں … اس وقت … نہایت بے قراری اور شوخی کے ساتھ بار بار کھڑکی کی طرف اٹھتی … جاتے کیوں اور ہر ایک پہلے وقت ان سے حسرت سی ٹپکنے

لگتی ہے۔ تھوڑی دیر تک حسرت اور حیرت کے ساتھ تکنے کے بعد اس کی آنکھیں خود بخود جھک کر نیچی ہو گئیں۔ اور وہ بیچاری دل مسوس کر دیوار سے لگ کر بیٹھ گئی۔ آہ بیٹھ کر تو اس نے اور بھی ستم ڈھایا۔ یعنی اب وہ اپنی مہین اور سریلی آواز میں آہستہ آہستہ اپنے دلی جذبات کے موافق یہ گا کے دل بہلانے لگی۔

جوبن تپیا سے نہیں رتیا

اگ بار شب فرقت بھی مگر ہوتی ہے وہ کا ہے کو کسی بھی غمگین مشکل بسر ہوتی ہے
نیند آتی ہے نہ دھڑ کا لگا ہوتا ہے ؛ نہ وہ آتے ہیں نہ آرام کی گھڑی ہوتی ہے

سونی سجیا بیٹھے موری چھتیا

جان جاتی ہے مری اور وہ آتے ہی نہیں وہ جل گئے آتش فرقت سے بجھاتے بھی نہیں
وہ تو آتے نہیں نہ سہی ، ہم کو بلاتے بھی نہیں ؛ یوں کیسے دل مضطر کو ستاتے بھی نہیں

کا ہیں … کی … گئی … تیا

اف ایک حسن کی دیوی کا اس طرح خوش گلوئی کے ساتھ یہ گانا کیا کچھ دل کو بیقرار کرتا ہو گا۔ حضرت دل یہ تو کہئے اب ہم اسی حسین کے ہیں۔ لیکن خیر گزری کہ سنبھالے سے سنبھل گئے۔

تھوڑی دیر گزری ہو گی کہ کھڑکی کے دروازے سے دفعتاً کھٹ کھٹ کی آواز آئی۔ اور وہ سراپا ناز بیقراری سے دوڑتی ہوئی ادھر چلی۔ کھڑکی کھلی اور ایک شخص اندر کی طرف آتا ہوا نظر پڑا۔ اور آہا یہ تو ذات شریف … ہیں۔ آپ کے چہرہ پر قدرتی ملاحت کا رنگ اس قدر گہرا پڑا ہوا ہے کہ آپ کی صورت شب تار کا پیوند بنی ہوئی ہے۔ اندھیری راتوں میں حضرت کو پہچاننے میں اول نمبر کی عینک کی ضرورت ہے۔ روشنی نہ ہوتی تو ہم بھی نہ پہچانتے۔ مختصر یہ کہ یہ نہیں وہ گور آتے ہی اس شخص نے بے باکی … کر کے اس مہ جبیں کا ہاتھ پکڑ لیا۔ نازنین نے ایک انداز سے ہاتھ کو جھٹک دیا۔ اور بولی چلو ہٹو۔ پہلے یہ تو بتاؤ کہ تم اس وقت تک تھے کہاں ؟ صاف صاف ظاہر کرو۔

مرد : میری نازنین معشوقہ تم تو خدا کے فضل سے لکھی پڑھی ہو۔ کیا اتنا نہیں سمجھ سکتیں۔ کہ یہاں کے آنے میں مجھ کو کس قدر احتیاط سے کام لینا چاہئیے !! …

نازنین : یہ سب تو ٹھیک۔ مگر دو دن دو پہر میں پڑنے کی کیا وجہ ہے ؟ آج تک … باوجود راز فاش ہونے کے تمہارا کسی نے کیا کر لیا ؟

جواب تمہیں ناحق کا وسواس ہو رہا ہے۔

ظریف - میری بھولی اور کمسن محبوبہ۔ تم ان باتوں کو کیا جانو۔ بڑے گھرانے میں پیدا ہوئیں اور بڑے ناز و نعم سے پالی گئیں۔ پردے میں بیٹھی رہیں۔ ماورچی گھبرایا تو دریا کی سیر کو اس مکان میں آ نکلتیں۔ کیا تم کو نہیں معلوم ہے کہ میں اس مرتبہ جب لوگوں کے پیچھے میں گرفتار ہو گیا تھا۔ تو کس قدر دشواریاں جھیلنی پڑی تھیں۔ اگر والد مرحوم اس وقت زندہ نہ ہوتے۔ تو میرا مخلصی پانا دشوار تھا۔ مگر ان کے لحاظ سے کسی نے کچھ نہ کہا۔ آخر میں دن تک شکایت ہی پہونچی۔ لیکن پیاری۔۔۔ میں تمہاری ان چنچل آنکھوں اور موتی سے دانتوں کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے اس کی کچھ بھی پرواہ نہ ہوئی۔ اور میں اپنے ارادہ سے باز نہ آیا اور پھر اسی طرح دریا پار آ کر تمہارے شربت دیدار سے پیاس بجھاتا رہا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ والد کی زندگی مجھے بے فکری سے بسر کرنے کا موقع دیا کرتی تھی۔ اور سوا کے کبوتر بازی اور کنکوے بازی کے میرا کوئی مشغلہ نہ تھا۔ ہاں تیسرا شغل یہ تھا۔ کہ تمہاری یاد اور تم سے ملنے کا خیال۔ اب والد کے انتقال کے بعد ہزار طرح سے فکروں نے آن گھیرا۔ اور گھر کا سارا کام کرنا پڑا۔ لیکن پھر بھی میں تمہارے عشق سے دست بردار نہ ہوا۔ البتہ یہ خیال اب ضرور ہے۔ کہ تم بڑے آدمی کی بیٹی ہو۔ جیسے باجود راز افشا ہونے کے تم سے کسی نے کچھ نہ کہا ویسے ابھی بھی خدا نخواستہ اگر کوئی کسی موقع پر گرفت کرے۔ تو تم سے زبان نہیں ہلا سکتا۔ البتہ میری شامت آ جائے گی۔ اور اب کوئی ایسا سرپرست بھی نہیں۔ جو میری مخلصی کی سبیل کرے گا۔ اس لئے اب میں قدم پھونک پھونک کر دھرنا چاہتا ہوں۔

نازنین - آہ! اے کمبخت دل تو نے مجھے اس طرح رسوا کرایا اور اب بھی نہیں مانتا۔ سنو! اے میرے دل کے مالک اب رسوائی میں کیا دھرا ہے۔ کیا میرے خطوط جو میں نے تم کو لکھے تھے۔ گھر والوں نے نہیں پکڑ لئے تھے۔ اور کیا سارا جہان کو اس خط و کتابت کی اور میری تمہاری حرکت کی خبر نہیں ہو گئی۔ پھر لوگوں نے اس وقت کیا کر لیا جو اب کر لیں گے۔ یہ میں نے مانا کہ مقابلہ میرے تمہارا نازک معاملہ ہے۔ میں رئیس کی بیٹی ہوں اور تم معمولی آدمی ہو۔ اس سے پہلے تمہارے والد کی امان ایسی تھیں کہ تم کو بچا لیتی تھیں۔ مگر اب یاد رکھو کہ میں جہاں تمہارا پسینہ گرے گا خون گرانے کے لئے مستعد ہوں۔ خدا کرے کہ کسی دن چپکے چپکے [illegible] اور میں مجھے بندہ [illegible] تمہارے عشق و محبت کا اظہار کر دوں۔ اے میرے پیارے اب مجھے یہ منظور نہیں کہ میں تجھ سے جدا ہو کے زندہ رہوں۔ دو روز کے ساتھ آرام کی زندگی بسر کرنے سے میں اسے اچھا سمجھتی ہوں۔ کہ تیرے نازک ہاتھ مجھے قبر میں اتار دیں۔

یہاں پہونچ کر جوش سے نازنین اس قدر بیتاب ہوئی کہ اپنے خوش قسمت عاشق سے لپٹ گئی اور بے ہوش ہو گئے۔ اس وقت ہماری نظروں میں [illegible] بھلے یا خراب [illegible] کا مضمون تھا۔ اور ہم سمجھے کہ یہ پری اور دیو اس محبت کے لئے چھپا تو پہلے ہی اس [illegible] سے نکل چکی ہے۔ اب ہم بھی ان دونوں کو چھوڑ کے الگ ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ ان کے جوش پر آئے ہوئے جذبات۔ خدا جانے کیا گل کھلائیں گے بمصداق [illegible] طرح وہ شوق وصل میں خود بھی جاتے رہیں ہمارے دل کے ارمان آج ان کے دل سے نکلیں گے

دوسرا منظر

چھپاتے چھپاتے خبر ہو گئی

دریائے۔۔۔ کے کنارے ایک عالی شان پرانی وضع کا بنا ہوا ہے۔ اس کی دیواریں لب دریا اس طرح پر واقع ہیں کہ دریا کے چڑھاؤ کی حالت میں پانی دیواروں کو چھو لیا کرتا ہے۔ یہ مکان ایک [illegible] رئیس کا ہے اور سیر و تفریح کے لئے ایسے پر فضا مقام پر تعمیر کیا گیا ہے جس مقام پر یہ عالیشان عمارت ہے۔ وہ جگہ بھی کچھ قدرتی طور پر ایسی پر فضا اور دلکش واقع ہوئی ہے کہ اکثر بھلے نوجوان سیر و تفریح یا غسل کے لئے ادھر آ نکلتے ہیں۔ خاص کر گرمی کے موسم میں شام کے وقت اس جگہ اور بھی بہار رہتی ہے۔

آج بھی وہی گرمیوں کی شام ہے۔ حسب معمول بہت سے شریفین مزاج سیر و تفریح میں مصروف ہیں۔ ان سب تماشائیوں میں ایک حضرت وہ بھی نظر آ رہے ہیں۔ جن کو ہم پچھلی گزشتہ سین میں دیکھ چکے ہیں۔ عام تماشائی تو سیر و تماشہ کر کے پھر رہے ہیں۔ مگر آپ تمام شہر پھر کے اس مکان کے قریب پہونچ جاتے ہیں۔ (باقی آئندہ)

سید اختر۔ [illegible] دہلی